مولانا ڈاکٹر عبدالواحد

تولیدِ انسانی کے جدید طریقوں کے شرعی احکام

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم
وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

تولید کے جدید طریقے یہ دو ہیں:

۱۔ مصنوعی تخم ریزی **(Artifcial Insemination)**

۲۔ ٹیسٹ ٹیوب بارآوری **(Test Tube Fertilisation)**

مصنوعی تخم ریزی (Artifcial Insemination)

اس طریقہ میں مرد کا مادہ منویہ حاصل کر کے مصنوعی طریقے سے عورت کے رحم میں داخل کیا جاتا ہے۔ مرد کا مادہ منویہ استمناء بالید سے حاصل کیا جاتا ہے۔

استمناء بالید

جو شرعاً ممنوع و حرام ہے وہ وہ ہے جو محض لذت کے لیے مرد اپنے ہاتھ سے کرے ضرورت و مجبوری کے وقت بیوی کے ہاتھ سے استمناء جائز ہے۔ البتہ ضرورت محض لذت کے لیے ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اگرچہ تولید کے اس طریقے سے استمناء بالید سے لذت حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا لہٰذا اس غرض سے جواز کی گنجائش ہے کہ مرد اپنے ہاتھ سے استمناء کرے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ استمناء بیوی کے ہاتھ سے ہو۔

مصنوعی تخم ریزی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی صورت: مادہ منویہ اپنے زندہ شوہر کا ہو۔

احکام

۱۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ شوہر کا ہوگا اور ثابت النسب ہوگا۔

۲۔ شوہر کے ساتھ مجامعت یا خلوت کی نوبت تو نہیں آئی تھی لیکن شوہر کی منی اپنے فرج میں داخل کی یا کرائی۔ اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو عدت گزارنا پڑے گی۔

۳۔ اگر طلاق رجعی کے بعد شوہر کی رضا مندی سے عدت کے دوران ایسا کیا ہو تو ثبوت نسب کے ساتھ ساتھ شوہر کا رجوع بھی ثابت ہوگا۔

دوسری صورت: مادہ منویہ اپنے مردہ شوہر ہو یا طلاق بائن یا مغلظہ دے چکا ہو۔ شوہر وفات پا گیا ہو جبکہ اس کا مادہ منویہ محفوظ کیا ہوا ہو۔

احکام

۱۔ عدت ختم ہو چکی ہو تو بیوہ کے لیے اس مادہ کا استعمال جائز نہیں اور موت کی وجہ سے نکاح ختم ہو جانے کے باعث اب وہ مادہ غیر شوہر کا ہو گیا ہے۔

۲۔ عدت کے دوران بھی جائز نہیں کیونکہ یہ ایسی مدت ہے جو نکاح کے بقیہ آثار کے ختم ہونے کے لیے مقرر کی گئی۔

عرفها في البدائع بانها اجل تضرب لانقضاء مابقى من آثار النكاح

جبکہ یہ عمل تو ایک نیا عمل ہے۔ سابقہ نکاح کا بقیہ اثر نہیں ہے۔

تیسری صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کو شوہر کا سمجھ کر داخل کیا۔

احکام

۱۔ عورت کو عدت گزارنا پڑے گی اور جب تک عدت ختم نہ ہو چکے تب تک اس کا شوہر اس سے صحبت نہیں کر سکتا ورنہ گناہ گار ہوگا۔

۲۔ اگر اس سے حمل ٹھہر گیا تو وضع حمل تک عدت ہوگی اور یہ بچہ اس شخص کا ہوگا جس کی منی عورت نے غلطی سے اپنے فرج میں داخل کی۔

چوتھی صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کی رضامندی کے بغیر عورت نے دھوکہ سے اس کو اپنے فرج میں داخل کیا ہو۔

احکام

۱۔ ایسا کرنا عورت کے حق میں حرام اور سخت گناہ ہے۔ اور عورت تعزیر کی مستحق ہوگی۔

۲۔ عدت اور نسب کے مسائل وہی ہیں جو تیسری صورت کے گزرے ہیں۔

پانچویں صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کی رضامندی سے عورت نے وہ منی اپنے فرج میں داخل کی۔

احکام

۱۔ ایسا کرنا حرام ہے۔

۲۔ چونکہ یہ نطفہ حرام ہے لہٰذا اس کو کچھ حرمت حاصل نہ ہوگی اور عدت نہ ہوگی۔

۳۔ اگر اس سے حمل ٹھہر گیا تو بچہ صاحب النطفہ کا تو کسی صورت میں نہیں ہوگا بلکہ شوہر کا بچہ شمار ہوگا الا یہ کہ وہ اس کے اپنے سے ہونے کی نفی کرے اور گواہوں سے ثابت کرے کہ اس کی بیوی نے حرام مصنوعی تخم ریزی کرائی ہے یا عورت خود اس کا اقرار کرے۔

تنبیہ۔۱

جب عورت نے خود منی داخل نہ کی ہو بلکہ کسی لیڈی ڈاکٹر سے داخل کروائی ہو۔

i۔ اگر ڈاکٹر نے غلطی سے غیر شوہر کی منی داخل کی تو وہی احکام ہیں جو عورت کے غلطی کرنے کے صورت میں ہیں۔

ii۔ اگر ڈاکٹر نے جانتے بوجھتے غیر شوہر کی منی داخل کی خواہ اس نے ایسا مطالبہ پر کیا ہو یا بغیر مطالبہ کے کیا ہو تو لیڈی ڈاکٹر بھی گناہ گار ہوگی اور تعزیر کی مستحق ہوگی۔

تنبیہ۔۲

مصنوعی تخم ریزی سے متعلق مذکورہ بالا احکام در مختار اور رد المحتار میں دی گئی ان جزئیات سے حاصل کیے گئے ہیں۔

i. اما النکاح الفاسد فلاتجب فیه العدة الا بالوطئی. قلت و مما جری مجراہ مالو استدخلت منیه فی فرجها کما بحثه فی البحر.

☆التاسیس خیر من التاکید ☆ تاسیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے☆

ii. اذا ادخلت منيا فرجها ظنته مني زوج او سيد عليها العدة كالموطوئة بشبهة. قال في البحر ولم اره لا صيحابنا والقواعد لا تاباه لان وجوبها لتعرف براة الرحم.

iii. اذا دخلت منيه في فرجها هل تعتد في البحر بحثا نعم لاحتيا جها لتعرف برائة الرحم.

(قوله في البحر بحثانعم) حيث قال ولم ارحكم ما اذا وطئها في دبرها او ادخلت منيه في فرجها ثم طلقها من غير ايلاج في قبلها. وفي تحرير الشافعية وجوبها فيهما ولا بدان يحكم على اهل المذهب به في الثاني لان ادخال المني يحتاج الى تعرف براء ة الرحم اكثر من مجرد الايلاج اه يعني وما في الاول فلا لان الوطئي في الدبر ان كان في الخلوة فالعدة تجب بالخلوة وان كان بغير خلوة فلا حاجة الى تعرف البراء ة لانه سفح الماء في غير محل الحرث فلا يكون مظنة العلوق.

iv. اذا عالج الرجل جاريته فيما دون الفرج فانزل فاخذت الجارية ماء ه في شئى فاستد خلته فرجها في حدثان ذلک فعلقت الجارية وولدت فالولد ولده والجارية ام ولدله.

مصنوعی تخم ریزی کی شرعی حیثیت

ضرورت اور علاج عقم کے طور پر اس طریقہ کی پہلی صورت کو اختیار کرنا جائز ہے۔ بقیہ صورتیں ناجائز ہیں۔

ٹیسٹ ٹیوب بارآوری (Test Tube Fertilisation)

اس طریقہ تولید میں میاں بیوی کے نطفے حاصل کرکے ایک ٹیسٹ ٹیوب (شیشے کی نلکی میں) میں انکا اختلاط کرایا جاتا ہے۔ اختلاط کی کامیابی پر جب علقہ کا ایک ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے اس کو نلکی میں سے بیوی کے رحم میں منتقل کردیا جاتا ہے جہاں جنین پرورش پاتا ہے۔

یہ طریقہ چار مراحل پر مشتمل ہے

ا۔ شوہر کا نطفہ حاصل کرنا

۲۔ بیوی کا نطفہ (بیضہء انثی) حاصل کرنا

۳۔ زوجین کے نطفوں کا ٹیسٹ ٹیوب میں اختلاط

۴۔ حاصل شدہ علقہ کی رحم میں منتقلی اور وہاں مزید پرورش

شرعی حیثیت

۱۔ مذکورہ بالا تمام مراحل علاج عقم کے طور پر جائز ہیں۔ لہٰذا اگر بعض عوارض کی بنا پر کوئی جوڑا اس طریقہ کو اختیار کر کے اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے تو جائز ہے۔

۲۔ ٹیسٹ ٹیوب طریقے کا جواز صرف اسی صورت میں ہے جب میاں بیوی کے نطفوں میں اختلاف کیا گیا ہو اور بیوی کے رحم ہی میں جنین نے بعد میں پرورش پائی ہو۔ اس کے علاوہ باقی کی تمام صورتیں ناجائز ہیں۔

تنبیہ

یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہر مرحلے میں ستر اور حجاب کا لحاظ رکھا جائے اور عورت سے متعلق مراحل کوئی لیڈی ڈاکٹر پورے کرائے۔

پہلا مرحلہ: شوہر کا نطفہ حاصل کرنا

اس پر کلام گزر چکا ہے۔

دوسرا مرحلہ: بیوی کا نطفہ حاصل کرنا

رحم کے دونوں جانب بادام کی شکل کا تقریباً ڈیڑھ انچ لمبا اور پون انچ چوڑا اور تین ثمن انچ موٹا ایک عضو ہوتا ہے جس کو انگریزی میں Ovary (یعنی کیسہ بیض) کہتے ہیں۔ اس میں خام بیضہ انثی ہوتے ہیں جن کی تعداد بلوغت کے وقت ہر کیسہ میں تقریباً ۳۵۰۰۰ ہوتی ہے۔ بلوغت سے سن ایاس تک ہر مہینے عام طور پر ایک اور کبھی کبھی شاذ و نادر دو یا اس سے زائد بیضہ انثی پختہ ہو کر رحم میں داخل ہوتے ہیں۔

ٹیسٹ ٹیوب بار آور کے لیے اپریشن کر کے پختہ بیضہ انثی حاصل کیا جاتا ہے۔ رحم میں داخلہ کے بعد بار آور نہ ہونے کی صورت میں وہ عام طور سے بارہ سے چوبیس گھنٹے تک محفوظ رہتا

ہے اس دوران اگر مرد کا نطفہ (جو کہ ایک وقت میں لاکھوں کرموں پر مشتمل ہوتا ہے) اگر رحم میں داخل ہو جائے تو عام طور پر سے بیضہ انثی بار آور ہو جاتا ہے۔ یہ بار آوری ایک کرم سے ہوتی ہے۔ باقی ہلاک ہو جاتے ہیں۔

تیسرا مرحلہ: ٹیسٹ ٹیوب میں میاں بیوی کے نطفوں کا اختلاط اور زنانہ نطفہ کا مردانہ نطفہ سے بار آور ہو کر علقہ میں تبدیل ہونا۔

عام حالات میں یہ اختلاط اور بار آوری (Fertilisation) بیوی کے رحم میں واقع ہوتی ہے۔ جب کسی وجہ سے اس عمل اور مرحلہ کو ٹیسٹ ٹیوب میں کرایا جاتا ہے تب بھی اس عمل کی صورت بعینہ وہی ہوتی ہے۔ جو رحم کے اندر پیش آتی ہے۔ وہ صورت یہ ہے:

جب کرم منی کا ملاپ بیضۂ انثی سے ہوتا ہے اور کرم منی اس کی بیرونی دیوار (Zona Pellucida) سے مس کرتا ہے تو مضبوطی سے اس کے ساتھ چپک جاتا ہے اور پھر تیزی سے بیضہ انثی کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ بیضہ انثی میں وہ آگے بڑھتے بڑھتے زنانہ پرومرکزہ (Female Proncuieus) کے قریب جا پہنچتا ہے وہاں اس کا سر اور مرکزہ پھول کر مردانہ پرومرکزہ (Male Pronucleus) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس کی دم اس سے جدا ہو کر گھل جاتی ہے۔

اس وقت مردانہ پرومرکزہ زنانہ پرومرکزہ میں مدغم ہو جاتا ہے اور نتیجتاً ایک قابل تقسیم مرکزہ (Segmentation Nucleus) حاصل ہوتا ہے۔

The Spermatozoon, meanwhile, moves forward until it lies inclose proximity to the female pronucleus. Its nucleus becomes swollen and forms the male pronucleus, while the tail is datached and degenerates.

When the spernatozoon meets the ovum it penerates the ovolemma by means of its head-cap. The tail becomes absorbed but the head and body pass in and the head forms the male pronucleus which fuses with the enucleus of the ovum (female pronucleus) to form the segenentation nucleus.

اس کے بعد بار آور بیضہ انثی کی تقسیم شروع ہوتی ہے اور تقسیم در تقسیم کا عمل تیزی سے چلتا ہے۔

The body of the spetmatozoon furnishes the apparatus necussary for the first division of the ovum, and thus initates segmentation, which thereafter goes on rapidly by the ordinary proces of mitosis, (A Test-Book of midwifery by johnstone)

تقسیم در تقسیم کے عمل سے جو فوری شکل حاصل ہوتی ہے وہ علقہ کی ہوتی ہے۔

تنبیہ

یاد رہے کہ حاصل شدہ علقہ مردانہ اور زنانہ نطفوں کی ماہیت سے جدا ماہیت رکھتا ہے اگرچہ اس کی ترکیب دونوں نطفوں سے ہوئی ہے لیکن کسی بھی طریقہ سے دونوں نطفوں کی سابقہ ماہیت باقی نہ رہی اور وہ ایک نئی ماہیت میں منقلب ہوگئے ہیں۔ اس علقہ میں کسی اور زنانہ نطفہ یعنی بیضۂ انثی کو بار آور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ:

ایک خاصہ کے طور پر انسانی خلیہ میں ایک مخصوص قسم کے ذرات (Chromosomes) کی تعداد چھیالیس (۴۶) ہوتی ہے۔ مردانہ اور زنانہ نطفوں کے خلیات یعنی کرم منی اور بیضۂ انثی میں سے ہر ایک میں ان کی تعداد تیئیس (۲۳) ہوتی ہے۔ بار آوری اور ادغام سے تعداد حاصل یعنی چھیالیس (۴۶) تک پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح سے نطفہ کے برخلاف علقہ کے خلیوں میں سے ہر ایک میں ان ذارت (Chromosomes) کی تعداد چھیالیس ہوتی ہے۔

It may be well to recall at this point the chromosome mechanism which is now generally accepted as the benis of sex determination. The orignal spermatocyte cell contains 44 somatic chromosomes and 2 sex chromosomes which may be called X and Y from this cell spermatozoa arise by the maturation division, each containing 22 somatic chromosomes and one sex chsromosome either XRY. The oocyte contains 44 somatic chromosomes and two sex

chromosomes, both X, so that after maturatioin the ovum is left with 22 somatic chromesomes and one sex chromosome X. The union of the ovum with spermatozoon with an X chromosome will reproduce the full fermale complemwnt of 44 somatic and 2 X chromosomes, making a total of 46 which is characteristic of the human species. The union of the ovum, with a spermatozoon with a Y sex chromosome will produce the male pattern of 44 somatic chromoosomes and 2 sex chromosomes, X and Y.

(A TEST BOOK OF MIDWIFERY BY JOHNSTONE)

The main result of fertalizastion are.

1) restoration of the diploid number of chromosomes and

2) determination of the sex of the new individual.

(Medical Enbyology by the Langman)

چوتھا مرحلہ: حاصل شدہ علقہ کی رحم میں منتقلی اور وہاں مزید پرورش

علقہ کے ابتدائی مراحل میں یعنی جب آٹھ یا اس سے کچھ زائد خلیاتی مرحلہ حاصل ہوجات ہے تو اس کو ٹیسٹ ٹیوب سے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ وہیں اس کی بقیہ نشو ونما ہوتی ہے اور وہیں سے وضع حمل کے ساتھ بچہ جنم لیتا ہے۔

یہ علقہ جو میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہوا اس کو مزید پرورش کے لیے اگر بیوی کے رحم میں منتقل کیا جائے تب تو بچے کے ثابت النسب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور کوئی اشکال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اس کو بیوی کے بجائے کسی اجنبی عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے تو چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ کیا بچہ ثابت النسب ہوگا؟

۲۔ بیوی یعنی صاحبۃ النطفۃ کا بچے کے ساتھ کیا تعلق ہوگا؟

۳۔ اجنبیہ یعنی صاحبۃ الرحم کا بچے کے ساتھ کیا رشتہ ہوگا؟

ان سوالات کا جواب جاننے کے لیے چند مقدمات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

مقدماتِ ضروریہ

(۱) بچے کی تخلیق مرد و عورت دونوں کے نطفوں سے ہوتی ہے۔ عادۃً ایسا ہی ہوتا ہے اور عادۃً صرف ایک کے نطفہ سے بچے کی تخلیق نہیں ہوتی۔

وھو استدلال علی ان لھا منیا کما للرجل والولد مخلوق منھما.

(مرقاۃ المفاتیح ج: ۲ ص ۳۲)

(۲) مردانہ و زنانہ نطفوں کے اختلاط اور بیضۂ انثی کی بارآوری کے بعد جو علقہ حاصل ہوتا ہے اس میں کسی اور زنانہ نطفہ یعنی بیضۂ انثی کو بارآور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی کیونکہ علقہ کی ماہیت اور ساخت کرم منی کی ماہیت اور ساخت سے مختلف ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

(۳) شریعت میں شوہر کے نطفہ کو احترام حاصل ہے جب تک اس کو حرام اور ناجائز محل میں نہ ڈالا گیا ہو۔ اور اگر حرام محل میں ڈالا گیا ہو تو پھر شوہر کے نطفہ کو وہ احترام حاصل نہیں رہتا۔ اسی لیے زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ ایسا درحقیقت شوہر کے نطفہ اور خود شوہر کی تذلیل کے طور پر ہے۔ البتہ اگر شبہ ورغلطی سے کسی اور عورت کو اپنی بیوی سمجھتے ہوئے اس سے صحبت کر لی تو چونکہ اس صورت میں شریعت کی مقرر کردہ حدود سے سرکشی کا قصد نہیں تھا بلکہ ایسا شبہ سے ہوا ہے لہٰذا شریعت ایسے شخص کی تذلیل نہیں کرتی اور اس شبہ کا فائدہ دیتے ہوئے اس شخص کا اور اس کے نطفہ کا احترام برقرار رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے حمل ٹھہر جانے کی صورت میں اس سے نسب بھی ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ عورت شوہر والی ہو تو اس کے شوہر کو بھی روک دیا جاتا ہے کہ جب تک عورت عدت نہ گزار لے یعنی اس کے رحم کی فراغت نہ معلوم ہو جائے تب تک صحبت نہ کرے تاکہ اگر حمل ہو تو وہ اپنے نطفہ سے حمل کو ملوث نہ کرے۔ یہ تلویث اس طرح نہیں ہوتی کہ دوسرے کے حمل میں داخل ہو کر اس کے نسب کو مشتبہ بنا دے بلکہ نسب دوسرے کا ہی رہتا ہے اور اس کے نطفہ کے کچھ خارجی اثرات حمل پر پڑتے ہیں۔ اس کو حدیث میں یوں بیان کیا۔

لایسقی ماء احدکم زرع غیرہ (ایک کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے)

☆ ما ابیح للضرورۃ یقدر بقدرھا ☆ جو چیز ضرورتاً مباح کی گئی ہو اس کی مقدار کا تعین بھی اسی کے مطابق ہوگا ☆

یعنی کھیتی تو دوسرے کی ہے اور رہے گی البتہ اس کے نطفہ کے کچھ خارجی اثرات پڑ سکتے ہیں۔

(۴) پچھلے مقدمہ میں جائز و ناجائز محل کا ذکر ہے۔ محل یعنی رحم جنین کی حقیقت سے علیحدہ ایک چیز ہے وہ محل حمل ہے خود حمل یا اس کا جزو نہیں ہے۔ محل سے اصل مقصود حال یعنی بچہ ہوتا ہے جو مردانہ نطفہ کے زنانہ نطفہ کے ساتھ اختلاط و ادغام کے نتیجہ میں حاصل ہوت ہے تو محل میں ڈالنا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ زنانہ نطفہ کے ساتھ اختلاط مقصود ہوتا ہے۔

(۵) جائز حمل اپنے بالکل ابتدائی مرحلہ سے ثابت النسب ہوتا ہے۔ حمل کے نسب کا کسی مرحلہ میں خواہ وہ ابتدائی ہو یا بعد کا کوئی ہوا ثبات نہیں کیا جاتا۔ ثبوت کے لیے نہ حمل کی کوئی خاص مدت شرط ہے اور نہ ہی کوئی خاص محل ضروری ہے اور نہ ہی استبانتہ خلق کی احتیاج ہے اور نہ ہی وضع حمل اس کے لیے موقوف علیہ ہے۔ یہ ثبوت نسب نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے۔

النسب الثابت بالنکاح لاینقطع الاباللعان (بدائع الصنائع ج:۳ ص ۲۴۶)

ترجمہ: نکاح سے ثابت ہونے والا نسب صرف لعان سے منقطع ہوتا ہے۔

اس دعویٰ پر چند مزید دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف)

شوہر کے نطفہ کو جبکہ وہ حلال محل میں ڈالا گیا ہو احترام حاصل ہوتا ہے اور شوہر کی طرف اس کی نسبت قائم رہتی ہے۔ اس کے برخلاف حرام محل میں ڈالنے سے اس کا احترام اور اس کی نسبت دونوں ہدر اور باطل قرار پاتے ہیں۔ پھر جب شوہر کی طرف منسوب نطفہ بیوی کے نطفہ ک ساتھ مختلط ہوتا ہے تو اگر چہ اختلاط کی وجہ سے ماہیت بدل جاتی ہے لیکن نسبت کو منقطع کرنے والی کوئی بات نہیں پائی گئی۔ اختلاط سے پہلے نطفوں کی نسبت اپنے اپنے صاحب (یعنی شوہر اور بیوی) کی طرف تھی۔ اختلاط کے بعد حاصل شدہ مرکب کی نسبت اکٹھی دونوں کی طرف ہوگی۔

(ب)

حدیث میں ہے۔

لایسقی مائو احدکم ذرع غیرہ (ایک کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے)

یہ حکم حمل کے دوران کا ہے۔ اس میں ذرع غیرہ فرمایا جس میں حمل کو منسوب بتلایا۔ نیز ذرع کو مطلق ذکر کیا کسی خاص مرحلہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا:

(ج)

ذکر شمس الائمة السرخسی فی اصوله ان الجنین ما دام مجتنا فی البطن لیس له ذمة صالحة لکونه فی حکم جزء من الادمی لکنه منفرد بالحیواة معد لان یکون نفساله ذمة فباعتبار هذا الوجه یکون اهلا لوجوب الحق له من عتق او ارث او نسب او وصیة و باعتبار الوجه الاول لایکون اهلا لوجوب الحق علیه.

ترجمہ: شمس الائمہ سرخسی نے اپنے کتاب اصول میں ذکر کیا کہ جنین جب تک ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اس کے لیے کوئی باصلاحیت ذمہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ماں کے ایک جزو کا حکم رکھتا ہے۔ البتہ چونکہ اس کو علیحدہ سے حیات حاصل ہے اور اس میں ذمہ دار نفس کی استعداد ہوتی ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے جنین اس کا اہل ہوتا ہے کہ اس کے لیے آزادی، میراث، نسب اور وصیت جیسے حق واجب ہوں جبکہ پہلی حیثیت کے اعتبار سے وہ اس کا اہل نہیں ہوتا کہ اس کے ذمہ دوسروں کے حق واجب ہوں۔

اور جنین کس کو کہتے ہیں؟ علامہ شامی ردالمختار میں لکھتے ہیں:

هوالولد ما دام فی الرحم ویکفی استبانة بعض خلقه کظفرو شعر (ج:۵ص:۴۱۶)

ترجمہ: بچہ جب تک رحم میں ہو اس کو جنین کہتے ہیں۔ اس کے لیے کسی عضو مثلاً ناخن اور بال کا بن جانا کافی ہے۔

(د)

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

الاحکام لاتترتب علی الحمل للاحتمال. والارث والوصیة

یتوقفان علی الولادة فیثبتان للولد لاللحمل و کذا العتق لانه یقبل التعلیق بالشرط وانمکان له الرد بالعیب لان الحمل ظاهر والریح شبهة والرد بالعیب لایمتنع بل یثبت معها و کذا النسب یثبت مع شبهة بخلاف اللعان لانه من الحدود فلا یثبت معها۔

ترجمہ: احکام کا ترتب حمل پر نہیں ہوتا کیونکہ حمل کے ثبوت میں شک و احتمال ہوتا ہے۔ میراث اور وصیت دونوں ولادت پر موقوف ہوتے ہیں۔ اور بچے کے لیے ثابت ہوتے ہیں حمل کے لیے نہیں۔ یہی حکم آزادی کا ہے کیونکہ وہ تعلیق شرط کو قبول کرتی ہے۔ مشتری کو جو عیب کی بنا پر خریدی ہوئی باندی۔ (یعنی جس کو خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہے اور حمل کے عیب کی وجہ سے) واپس کرنے کا حق ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل ہونا ظاہر ہے اور حمل کی جگہ نفخ ہونے کا محض احتمال وشبہ ہے اور عیب کی بنا پر واپسی شبہ سے ممتنع نہیں ہوتی بلکہ شبہ کے ہوتے ہوئے بھی ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح نسب بھی شبہ کے ہوتے ہوئے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف لعان چونکہ حدود میں سے ہے لہٰذا شبہ کے ہوتے ہوئے ثابت نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حمل کے لیے نسب ثابت ہوتا ہے۔ اور جیسے پہلے ذکر ہوا یہ ثبوت نسب نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے۔

النسب الثابت بالنکاح لاینقطع الاباللعان. (بدائع الصنائع ج:۳ص:۲۴۶)

ترجمہ: نکاح سے ثابت ہونے والا نسب صرف لعان سے منقطع ہوتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نسب خود ثابت ہونے والی چیز ہے اس کا اثبات نہیں کیا جاتا کیونکہ اثبات نسب بھی قطع نسب کی طرح ایک حکم ہے اور علامہ شہاب الدین شلبی لکھتے ہیں:

(قوله ولم ینف الحمل) وانما لم ینف القاضی نسب الحمل عن ابیه لان قطع النسب حکم علیه ولاتترتب الاحکام علی احمل

ولا له قبل الا نفصال ولهذا لايكم له باستحقاق الوصية والميراث قبل الولادة اه حاشيه على التبيين.

ترجمہ: قاضی حمل کی نفی اس کے باپ سے نہیں کرے گا کیونکہ قطع نسب حمل کے لیے مخالف حکم ہے جبکہ ماں سے جدا ہونے سے پیشتر حمل کے لیے موافق ومخالف احکام کا ترتب نہیں ہوتا۔ اسی لیے ولادت سے پیشتر حمل کے لیے وصیت اور میراث کے استحقاق کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

جب معلوم ہوا کہ حمل کے لیے نہ اثبات نسب ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے قطع نسب تو ثبوت نسب کے لیے ضروری ہے کہ وہ ابتدائے حمل سے ہو کیونکہ اگر وہ ابتدائے حمل سے نہ ہو بلکہ بعد کے کسی مرحلہ میں ہو مثلاً استبانۃ بعض خلق پر ہو تو جائز ہے اور ناجائز حمل دونوں اس امر میں یکساں ہوں گے کہ ابتائے حمل سے لے کر استبانۃ بعض خلق تک وہ غیر ثابت النسب ہوں گے جبکہ یہ بات غیر معقول ہے کہ ایک وقت میں تو دونوں یکساں حکم رکھتے ہوں لیکن پھر اچانک کسی اور فارق کے وجود میں آئے بغیر دونوں کے حکم ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں۔ ایک ثابت النسب ہو جائے اور دوسرا غیر ثابت النسب ہو جائے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو قال لامراته وهى حامل ليس هذا الحمل منى لم يجب العان فى قول ابى حنيفة العدم القذف بنفى الولد وقال ابويوسف و محمد ان جاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت القذف فقد تيقن بوجوده فى البطن وقت القدف ولهذا لو اوصى لحمل امراته فجاء ت به لاقل من ستة اشهر استحق الوصيته. و اذاتيقن بوجوده وقت النفى كان محتملا للنفى اذ الحمل تتعلق به الاحكام فان الجارية ترد على بائعها ويجب للمعتده النفقته لاجل حملها فاذا نفاه يلاعن. فاذا جاء ت به لاكثر من ستة اشهر فلم تتقين بوجوده عند القذف لاحتمال انه حادث و لهذا

لا تستحق الوصيته ولابی حنيفه ان القذف بالحمل لو صح اما ان يصح با عتبار الثانی. لا وجه للاول لانه لايعلم وجوده للحال لجواز انه ريع لا حمل ولا سبيل الی الثانی لانه يصير فی معنی التعليق بالشرط ولايقطع نسب الحمل قبل الولادة بلا خلاف بين اصحابنا. اما عند ابی حنيفة فظاطر لانه لا يلاعن وقطع النسب من احكام اللعان. واما عندهما فلان الاحكام انما تثبت للولد لا للحمل وانما يستحق اسم الولد بالانفصال ولهذا لا يستحق الميراث والوصية الابعد الانفصال.

(بدائع الصنائع ج:۳ ص۲۴)

ترجمہ: اگر اپنی حاملہ بیوی سے کہا کہ یہ حمل مجھ سے نہیں ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک لعان واجب نہیں ہوگا کیونکہ بچے کی نفی سے قذف معدوم ہے جبکہ امام ابویوسف اور محمد کہتے ہیں کہ اگر وقت قذف سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنا تو قذف کے وقت پیٹ میں اس کا ہونا یقینی ہوا۔ اسی لیے اگر وہ بیوی کے حمل کے لیے کوئی وصیت کرے اور پھر (وصیت کے وقت سے) چھ مہینے سے کم میں عورت بچہ جنے تو بچہ مستحق وصیت ہوتا ہے۔ تو جب نفی کے وقت ہمیں حمل کے ہونے کا یقین ہوگیا تو وہ نفی کے قائل بھی ہے کیونکہ حمل کے ساتھ (بھی) احکام کا تعلق ہوتا ہے کیونکہ باندی کو (حمل کے عیب کی وجہ سے) اس کے فروخت کنندہ پر واپس لوٹا دیا جاتا ہے اور معتدہ کے لیے اس کے حمل کی وجہ سے نفقہ واجب ہوتا ہے۔ تو جب شوہر نے حمل کی نفی کی تو وہ لعان بھی کرے گا۔ اور اگر چھ ماہ سے زائد عرصہ میں بچہ پیدا ہو تو قذف کے وقت حمل کا ہونا یقینی نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ وہ اس کے بعد ہوا ہو۔ اسی لیے (اس صورت میں) وصیت میں استحقاق نہیں ہوگا۔ ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حمل کے ساتھ قذف اگر

صحیح ہو تو یا زمانہ حال کے اعتبار سے صحیح ہوگا یا آئندہ زمانہ کے اعتبار سے صحیح ہوگا۔ پہلے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ فی الحال حمل کے وجود کا علم نہیں ہے اس لیے ہوسکتا ہے وہ حمل نہ ہو ہوا بھری ہوئی ہو۔ اور دوسرے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ تعلیق شرط کا معنی اس میں پایا جاتا ہے۔

ولادت سے پیشتر حمل کے نسب کو قطع نہیں کیا جائے گا۔ اس پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ شوہر لعان نہیں کرسکتا جبکہ قطع نسب لعان کا ایک حکم ہے۔ صاحبین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ احکام بچے کے لیے ثابت ہوتے ہیں حمل کے لیے نہیں اور بچہ اس وقت کہلاتا ہے جب ماں سے جدا ہو جائے۔ اسی لیے ماں سے جدائی کے بعد ہی میراث اور وصیت کا مستحق بنتا ہے۔

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل دو نکات حاصل ہوئے:

(i) حمل شروع دن سے ثابت النسب ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب وقت قذف سے چھ ماہ سے مثلاً چار دن کم میں بچہ پیدا ہو اور اس حمل کی کل مدت چھ ماہ ہو تو صاحبین کے نزدیک حمل کی نفی صحیح ہوئی۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ حمل اس وقت ثابت النسب ہو۔

امام ابوحنیفہ کا قول بھی اس کی مخالف نہیں کیونکہ ان کے قول کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ زمانہ حال میں حمل کے وجود کا علم نہیں ہے اور احتمال ہے کہ حمل نہ ہو فقط ہوا ہو۔ اس سے یہ مفہوم ہوا کہ اگر کسی طریقہ سے حمل کے وجود کا علم ہو جائے اور دیگر احتمال مرتفع ہو جائے تو ان کے نزدیک بھی نفی صحیح ہوگی اور صحت نفی اس کو مستلزم ہے کہ پہلے سے نسب ثابت ہو۔

(ii) یہ جو ذکر ہے کہ صاحبین کے نزدیک احکام ولد کے لیے ثابت ہوتے ہیں حمل کے لیے نہیں تو یہ بات یاد رہے کہ پہلے اس پر مفصل کلام گزر چکا ہے کہ حمل کے لیے ثبوت نسب نکاح سے ثابت ہوتا ہے۔ حمل کے لیے نسب کا اثبات نہیں کیا جاتا۔ اس لیے یہ حمل پر حکم لگانا نہیں ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات بخوبی واضح ہوگی کہ حمل ابتدا سے ثابت النسب ہوتا ہے۔

ایک اشکال

قرآن پاک میں ہے ان امھاتھم الااللئی ولدنھم

اس آیت میں امومیت کے لیے وضع حمل کا ذکر ہے بلکہ امومیت کو صرف اسی عورت میں منحصر کیا ہے جس نے جنا ہو۔

حل

لفظ امھاتھم میں مضاف الیہ ضمیر ظہار کرنے والوں کی طرف راجع ہے اور آیت کا ترجمہ یہ ہے:

ظہار کرنے والوں کی مائیں فقط وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔

اس میں اب دو احتمال ہیں۔

۱۔ یا تو عادت پر محمول کیا جائے۔ اور عادۃ ماں بننے کے تین مراحل ہوتے ہیں:

۱۔ عورت کے نطفے کی مرد کے نطفے سے بار آوری

۲۔ بار آور نطفہ کا رحم میں قرار ونشونما

۳۔ مدت پوری ہونے پر وضع حمل

لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ عادۃ ان کی مائیں وہ ہیں جن میں تینوں مراحل گزرے ہیں۔ اور وہ افراد جن میں اس عادت سے عدول ہے ان کے بارے میں سکوت سمجھا جائے کہ ایک تو وہ کل انسانی آبادی کے تناسب سے گویا کالمعدوم ہیں اور عام ضابط میں شامل نہیں ہیں۔

اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فقہاء کی اتنی صراحتوں سے ثابت ہوا کہ حمل ثابت النسب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ ان کی نظر میں وضع حمل کا ذکر احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔

۲۔ اگر کوئی اس آیت کی بنا پر امومیت کے لیے وضع حمل کو شرط قرار دینے پر مصر ہو تو پھر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں اس آیت میں فقط اظہار کرنے والوں کا ذکر ہے اور عبارت النص ہے ظہار کرنے والوں کی ماؤں کے بارے میں۔ لہٰذا ہم اس کو پیش گوئی بنا لیتے ہیں کہ ظہار صرف وہ لوگ کریں گے کہ جن کی ماؤں کا نطفہ بھی ان کی تخلیق میں شامل ہوگا اور وہ ان کو جنیں گی بھی۔ وہ لوگ جو مستعار رحم سے پیدا ہوں گے وہ ظہار ہی نہیں کریں گے۔

☆ الاجر والضمان لایجتمعان ☆ اجرت اور ضمانت ایک ہی شی میں جمع نہیں ہوسکتیں ☆

مذکورہ بالا مقدمات کی تمہید کے بعد اب ہم ان سوالات کا جواب دیتے ہیں جو پہلے ذکر کیے تھے۔

سوال نمبرا۔ کیا بچہ ثابت النسب ہوگا۔

جواب: چونکہ غیر عورت کے رحم میں داخل کی جانے والی منی نطفہ نہیں ہے بلکہ جائز میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والا علقہ ہے۔ اور یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والا علقہ ثابت النسب ہوتا ہے لہذا اس علقہ کی نشوونما اور ترقی سے جو بچہ حاصل ہو وہ بھی ثابت النسب ہوگا اور اس کا باپ وہ شوہر ہوگا جس کے نطفہ کا اختلاط اس کی بیوی کے نطفہ کے ساتھ ہوا ہے۔

سوال نمبر۲: صاحبۃ النطفہ (بیوی) کا بچہ سے رشتہ

جواب: چونکہ یہ صاحب النطفہ کی بیوی اور علقہ کی تخلیق میں اس کا نطفہ استعمال ہوا ہے اور اوپر ہم بیان کرچکے ہیں کہ حقیقی ماں بننے کے لیے بچے کی تخلیق میں صرف اس کا نطفہ ہونا کافی ہے وضع وغیرہ اس کے لیے شرط نہیں ہیں۔ لہذا صاحبۃ النطفہ بچے کی حقیقی ماں ہوگی۔

سوال نمبر۳: صاحبۃ الرحم (اجنبیہ) کا بچے سے رشتہ

جواب: یہ بچے کے لیے رضائی مں کی مثل ہوگی۔ اس کو حقیقی ماں قرار دیے جانے کے خلاف مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

(الف) اس کا نطفہ بچے کی تخلیق میں شامل نہیں۔

(ب) اس کے رحم میں علقہ اس وقت منتقل کیا گیا جب میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والے علقہ کا نسب ثابت ہوچکا تھا لہذا ثبوت نسب کی مزید حاجت نہیں۔

(ج) اگر اس کو بھی حقیقی ماں قرار دیں تو تضاد لازم آتا ہے کیونکہ بیوی کے ماں ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہو جبکہ صاحبۃ الرحم (اجنبیہ) کو ماں کہنے میں ضروری ہے کہ بچے کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہو۔

تولید کا یہ طریقہ کہ زوجین کے نطفوں سے حاصل شدہ علقہ کی پرورش مستعار رحم میں ہو اس کی شرعی حیثیت؟

یہ طریقہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ بچے کا ثابت النسب ہونا اس طریقے کے جواز و حلت کو مستلزم نہیں اس طریقے کے عدم جواز کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ درمنثور ج۶، ص۵، میں ابن سیرین اور حسن بن زیاد سے روایت ہے لایعار الفرج (فرج کو عاریت میں نہیں دیا جاسکتا) بحوالہ جواھر الفتاوی ج:۱ص:۱۹۱ مفتی عبدالسلام صاحب چاٹگامی) جبکہ اس صورت میں رحم وفرج دونوں کو عاریۃً لینا ثابت ہوتا ہے تو اجارہ تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔

۲۔ قرآن پاک میں ہے: نساء کم حرث لکم

ابن سیرین اور حسن بن زیاد کے مذکورہ بالا قول کی روشنی میں لام کے اختصاص کے لیے ہونے کی تعیین ہوئی اور مطلب یہ ہوا کہ یہ خاص تمہارے لیے کھیتیاں ہیں دوسروں کے لیے نہیں۔ لہٰذا غیر شوہر کے حمل کے لیے عورت کو عاریت یا اجارہ پر نہیں لیا جاسکتا۔

۳۔ اجارہ ویسے ہی خلاف قیاس ہے اور اس کا جواز محض ضرورت کی بنا پر ہے۔

والقیاس یابی جوازہ لان المعقود علیہ المنفعة وھی معدومة واضافة التملیک الی ماسیوجد لایصح الا انا جوزناہ لحاجة الناس الیہ (ھدایة کتاب الاجارة)

جبکہ زیر بحث صورت میں ضرورت محقق نہیں کیونکہ شوہر اگر اولاد کا خواہشمند ہے تو وہ اور بیویاں کرسکتا ہے نہیں تو بانجھ کو طلاق دے کر دوسری سے نکاح کرسکتا ہے۔

۴۔ امومیت میں باعث فضیلت چیز حمل اور وضع حمل ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے:

حملتہ امہ وھنا علی وھن

زیر بحث صورت میں صاحبۃ النطفہ شرف وفضیلت کے باعث وسبب سے محروم ہے جبکہ صاحبۃ الرحم اس باعث وسبب کی موجودگی کے باوجود امومیت حقیقی کے شرف وفضیلت سے محروم ہے۔

۵۔ فطرت انسانی جبکہ وہ سلیم ہو اس صورت سے اباء کرتی ہے۔

ماجاز لعذر بطل بزوالہ ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہوجائے گا۔